تحریکِ شہیدین کا مقصد

سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیلؒ کے متعلق وحید احمد مسعود کا مقالہ ۸ ر اکتوبر کے "مشرق" میں شائع ہوا تھا۔ افسوس کہ میں بعض نہایت ضروری اور فوری تکمیل طلب کاموں میں مشغول رہنے کے باعث کئی روز تک اُسے پڑھ ہی نہ سکا۔ عرض جواب میں تاخیر بھی اسی لئے ہوئی کہ ان کاموں سے فراغت حاصل کئے بغیر کسی دوسری طرف متوجہ ہونا ممکن نہ تھا۔

اصل بحث!

اصل مبحث صرف یہ تھا کہ آیا سید صاحب کا جہاد صرف سکھوں تک محدود تھا یا اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ پاک و ہند کو ایسٹ انڈیا کمپنی یعنی انگریزوں کے قبضے سے نجات دلائی جائے؟ اور سکھ محض اس لئے سامنے آ گئے تھے کہ آغاز جہاد کے لئے جو مقام تجویز ہوا تھا۔ اس میں سکھ سب سے پہلے آ گئے تھے، نیز وہ سرحدی علاقوں پر پے در پے حملے کر رہے تھے اور مسلمانوں کی خاصی بڑی آبادی کی آزادی معرضِ خطر میں پڑی ہوئی تھی۔ اس آزادی کو محفوظ کر دینا ایک ضروری کام تھا۔ اگر سکھ آزادیٔ وطن کے جہاد میں ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جاتے تو خود ان سے رزم و پیکار کی کوئی وجہ نہ ہوتی اور باشندگان علاقہ جات سرحد کی آزادی بھی محفوظ ہو جاتی۔ اس طرح خاصی بڑی قوت فراہم کر کے آزادی پاک و ہند کے لئے قدم آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔

بے تعلق مسائل!

اصل مبحث یہی تھا، لیکن فاضل مقالہ نگار نے ایک مختصر سے مضمون میں متعدد ایسی بحثیں چھیڑ دیں، جن کا اصل بحث سے کوئی تعلق نہ تھا۔ انہیں بھی وہ ضروری سمجھتے تھے تو الگ مضمون مرتب فرما سکتے تھے، لیکن متفرق اور بالکل جداگانہ مسائل کو یکجا رکھ کر پیش کرنے کا مطلب

یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ جواب دینے والا پریشان ہو کر رہ جائے یا اُن کے سامنے کوئی بھی مسئلہ منقح صورت میں نہیں تھا بلکہ جو کچھ اُن کے ذہن مبارک میں آتا گیا اس کے پیوند ایک ہی مقالے میں لگائے گئے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ عاجز کو بحث کس مقام سے شروع کرنی چاہیئے۔

ان متفرق مسائل کے بارے میں بھی ان کی چھان بین اور تحقیق وکاوش کی نسبت کیا عرض کروں۔ مدت دراز گزری ایک صاحب نے یہ افسانہ چھاپا تھا کہ ذوالفقار الدولہ نجف خان نے شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کے پہونچے یا انگوٹھے اکھڑوا دیئے گئے تھے۔ کیونکہ نجف خان شیعہ تھے اور شاہ ولی نے "ازالۃ الخفا" لکھی تھی، جو شیعوں کی رد میں تھی۔ ایک سے زیادہ اصحاب نے یہ افسانہ چند مرتبہ دہرایا اور ہمارے فاضل مضمون نگار نے اس کا اعادہ ضروری سمجھا۔ کاش وہ تحقیق فرمالیتے کہ حقیقت کیا تھی۔

۱۔ شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کی مستند سوانح عمریاں موجود ہیں۔ آیا ان میں سے کسی میں اس واقعے کے متعلق اشارہ تک بھی موجود ہے؟

۲۔ پھر شاہ ولی اللہؒ کا انتقال محرم ۱۱۷۶ھ (اگست ۱۷۶۲ء) میں ہوا اور نجف خان اس سے قریباً دس سال بعد ۱۱۸۶ھ (۱۷۷۱ء) میں دہلی پہنچا یہاں اسے شاہ عالم ثانی کے پہلے مرکز (الٰہ آباد) میں بھی اسے کوئی حیثیت حاصل نہ تھی۔ وہ شاہ صاحب سے کسی بدسلوکی کا مرتکب کیونکر ہوسکتا ہے۔

۳۔ پھر فرمایا گیا ہے کہ نجف خان نے شاہ عبدالعزیز پر ظلم وستم کئے اور ان کی جائیداد ضبط کرلی۔ میں اس سے بھی آگاہ نہیں کہ وہ کون سی جائیداد تھی جو ضبط ہوئی صرف اتنا جانتا ہوں کہ نجف خان کا انتقال ۱۷۸۲ء میں ہوا تھا یعنی ۱۱۹۶ھ میں۔ اور شاہ عبدالعزیز مرحوم نے "تحفہ" بارہویں صدی گزر جانے کے بعد مرتب کیا تھا جیسا کہ وہ خود ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

۴۔ فرمایا گیا کہ تحریک جہاد ولی اللہی تعلیم کا جزو تھی۔ کیا اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ شاہ ولی اللہ مرحوم ومغفور سے پیشتر جہاد فی سبیل اللہ کے متعلق کتاب وسنّت میں تعلیمات موجود نہ تھیں؟ یا کیا سمجھ لیا جائے کہ کتاب وسنت سے استفادے کا دروازہ سب کے لئے بند

تھا- یہ دروازہ صرف شاہ ولی اللہ نے کھولا ؟ میں یہ بھی پوچھ لینا چاہتا ہوں کہ اس باب میں شاہ صاحب مرحوم کی خاص تعلیم کیا تھی ؟

تاہم مجھے ان بے تعلق مسائل پر مفصل بحث فی الحال نہ چھیڑنی چاہیے - میں نے عرض کیا تھا کہ جہاد فی سبیل اللہ کے باب میں سید صاحبؒ کے موقف کے متعلق مولانا محمد جعفر تھانیسری اور مرزا حیرت نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح نہیں - دونوں بزرگوں کی کتابوں میں اس موقف کی تحریف کی گئی -

میری گزارش میں تردید کا صحیح طریقہ یہ تھا کہ جناب وحید احمد مسعود صاحب سید صاحب کی تحریرات سامنے رکھ کر ثابت کرتے کہ جو کچھ "سوانح احمدی" اور "حیات طیبہ" میں مرقوم ہے کیا وہی ہے جو سید صاحب کے متعلق لکھوایا یا فرماتے کہ انہوں نے سید صاحب کے متعلق مختلف ماخذ دیکھے ہیں اور اطمینان کر لیا ہے کہ جو کچھ ان کتابوں میں چھپا ہے وہ بالکل درست ہے اس طرح چند لمحوں میں اصل مسئلہ کا فیصلہ ہو سکتا تھا ۔

یہ کیا دلائل ہیں!

لیکن موصوف نے اس بارے میں جو طریقہ اختیار فرمایا، وہ ملاحظہ فرمالیجیے -

۱- "سوانح احمدی" اور "حیات طیبہ" عقیدت مندوں نے مرتب کی تھیں، سید صاحب کے کسی معتمد رفیق نے بغیر کسی آمیزش کے جو کچھ بتا دیا، اسی پر یہ تذکرے مبنی ہیں -

۲- میں نے (مہر نے) اپنوں کے مرتبہ اولین تذکروں کو غیر مستند اور غیر مناسب قرار دے دیا - دوسری طرف یہ حقیقت ہے کہ مولانا محمد منظور نعمانی نے "رسالہ الفرقان" میں دونوں قدیمی تذکروں کو مستند قرار دے دیا تھا -

۳- پنجتار میں علمائے کابل کا شاہ اسماعیل سے برگشتہ ہو جانا شیخ محمد اکرام کی کتاب "موج کوثر" سے ثابت ہے اور شیخ صاحب نے اپنی تصانیف بڑی تحقیق سے لکھی ہے -

اصل معاملہ بالکل جداگانہ حیثیت رکھتا ہے - اس کے تصفیے کے لئے نہ یہ امر سود مند ہے کہ مولانا محمد منظور نعمانی نے آج سے پچیس تیس سال پیشتر ان تذکروں کو مستند قرار دیا تھا - نہ یہ کارآمد ہے کہ شیخ محمد اکرام نے اپنی کتابیں بڑی تحقیق سے لکھیں - نہ اس سے کچھ نتیجہ نکل سکتا ہے

کہ شیخ محمد جعفر اور مرزا حیرت سید صاحب اور شاہ صاحب کے عقیدتمند تھے۔ اصل سوال ان تحریرات کا ہے۔ جن پر "سوانح احمدی" اور "حیات طیبہ" مبنی ہیں۔ فرمائیں آپ نے کس کس تحریر کا مقابلہ اصل مخطوطات سے کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ کتابیں مستند ہیں؟ سید صاحب اور شاہ صاحب کے متعلق سوانح کا جو ذخیرہ حسن اتفاق سے اس زمانے میں فراہم ہوگیا تھا، وہ میرے اندازے کے مطابق پانچ چھ ہزار صفحات سے تو کم نہ ہوگا اور یہ اب تک بفضل اللہ محفوظ ہے۔ فارسی میں بھی اور عربی میں بھی۔ اگر وحید احمد مسعود صاحب کی نظر سے یہ ذخیرہ یا اس کا کچھ حصہ گزر چکا ہے تو اس کے حوالے دے دیں۔ میں انشاءاللہ اس ذخیرے میں سے متعلقہ حصے نقل کر کے ان کے بالمقابل "سوانح احمدی" اور "حیات طیبہ" کی عبارتیں لکھ دوں گا۔ تاکہ اندازہ ہوجائے تحریف کہاں سے ہوئی: آخر سیدھا اور مستقیم طریق فیصلہ اختیار کرنے میں میرے فاضل دوست کو ہچکچاہٹ کیوں ہے۔

ایک ضروری سوال

اس سلسلے میں یہ بھی پوچھ لینا غالباً غیر مناسب نہ سمجھا جائے کہ اگر "سوانح احمدی" اور "حیات طیبہ" عقیدت مندوں کی لکھی ہوئی ہیں اور آپ کے نزدیک بہرحال مستند ہیں تو موقف جہاد کے مسئلہ کو چھوڑ کر ان میں باقی جو اندراجات ہے۔ کیا وہ سب آپ کے نزدیک مسلّم ہیں! اگر حقیقت یہی ہے تو لطفاً اس کا اعتراف فرمایئے اور تحقیق دوست بھائی کی طرح موقف کے بارے میں الگ فیصلہ فرمالیجیے اگر یہ دونوں کتابیں صرف اس وجہ سے مستند معلوم ہوتی ہیں (یا اُن کے مستند ہونے پر آپ کو اصرار ہے) کہ ان میں سوا اتفاق سے سید صاحب کے موقف جہاد کی تحریف ہوئی ہے تو ظاہر ہے کہ آپ کا مؤقف تحقیق ثابت ومحکم نہیں رہ سکتا اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ آپ کو وہی باتیں پسند ہیں۔ جن میں سید صاحب کے مؤقف مقدس کا حلیہ بگاڑا گیا ہو۔

ایک اور جماعت کا مسلک

یہ ویسی ہی وصعیت ہے۔ جیسی یہاں کی ایک اور جماعت پہلے اختیار کر چکی ہے۔ اس جماعت کے پیشوا نے دولت انگلشیہ کی مدح سرائی کمال پر پہنچا دی اور یہ خیال نہ کیا کہ انگریزی حکومت

یہاں سے کبھی جا بھی سکتی ہے وہ چلی گئی تو انگریزوں کی مدح سرائی چھپائی نہ جاسکی۔ نہ کسی معقول و غیرت مندانہ مسلک میں اسے کھپا دینے کی گنجائش تھی۔ لہٰذا یہ کام رہ گیا کہ سید صاحب کے اس مسلک کو اپنے لئے سائبان بنائے جائے جو مولانا محمد جعفر تھانیسری نیز مرزا حیرت کی کتابوں ہی کو مستند قرار دینے پر اصرار رہے، نہ اس لئے کہ سید صاحب واقعی قابل قدر تھے۔ شاہ اسماعیل کے اور ان کے رفیقوں نے واقعی قابل صد احترام کارنامے انجام دیے۔ صرف اس لیے کہ اس مسلک میں جماعت کے لیے پناہ کا انتظام ہو سکتا ہے۔

فاضل مقالہ نگار نے اس امر کا اعادہ فرمایا ہے کہ سید صاحب نے ۱۸۲۵ء میں نوشہرہ کی طرف کوچ کیا تھا تو اس راہ میں کسی مسلمان نے بقول محمد جعفر تھانیسری گذارش کی تھی کہ دور دراز مقام میں جہاد کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بہتر ہے گھر ہی میں انگریزوں سے نپٹ لیجیے۔

یہ بیان بوجوہ، غلط اور بے بنیاد ہے!

۱۔ سید صاحب نے جہاد کی نیت سے ۱۸۲۶ء میں ہجرت کی تھی نہ کہ ۱۸۲۵ء میں۔

۲۔ نوشہرہ ان کی منزل مقصود نہ تھی۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ سید صاحب سرحد پہنچے تو سکھوں کا لشکر اکوڑہ خٹک میں مقیم تھا اور سید صاحب کو اس سے لڑنے کے لیے نوشہرہ پہنچ کر مجاہدین کی ایک جماعت بھیجنی پڑی۔

۳۔ جس شخص نے یہ سوال کیا۔ اس کے ذہن میں اسلامی جہاد کا کوئی تصور موجود نہ تھا بلکہ اس کے نزدیک بلوہ اور جہاد ایک شے تھے حالانکہ دونوں میں بنیادی فرق ہے۔

۴۔ یہ واقعہ اصلاً بھی غلط ہے کیونکہ نہ سید صاحب یا شاہ اسماعیل سے کوئی ایسا سوال کیا گیا اور نہ وہ اپنے روشن موقف کے خلاف کوئی ایسی بات کر سکتے تھے اور اصل موقف سید صاحب، شاہ صاحب یا چند افراد تک محدود نہ تھا بلکہ بے شمار لوگ اس سے آگاہ تھے۔ سب سے آخر میں یہ سوال "سوانح احمدی" کے مطابق کلکتہ میں بہ سلسلہ سفر حج کیا گیا (ملاحظہ ہو صفحہ ۵۷)

پنجتار سے اجتماع

فرمایا ہے کہ علماء کابل پنجتار میں شاہ اسماعیل سے برگشتہ ہوئے۔

گذارش ہے کہ "علماء کابل" کا اجتماع سید صاحب یا شاہ اسماعیل کی دعوت پر پنجتار یا کسی دوسرے مقام پر کبھی نہ ہوا۔ البتہ سرحد کے علماء کا اجتماع ایک مرتبہ نہیں، دو مرتبہ پنجتار میں ہوا تھا۔ ایک مرتبہ یکم شعبان ۱۲۴۴ھ (۶ فروری ۱۸۲۹ء) کو۔ اور دوسری مرتبہ ۱۵ شعبان ۱۲۴۴ھ (۱۹ یا ۲۰ فروری ۱۸۲۹ء) کو۔ ان اجتماعات کی تمام تفصیلات سید صاحب اور جماعت مجاہدین کے متعلق ذخائر روایات میں موجود ہیں۔ جو ابھی تک شائع نہیں ہوئے۔ اہل علم میں سے جس بھائی نے لکھا ہے کہ وہ علماء شاہ اسماعیل سے برگشتہ ہو گئے مہربانی فرماکر وہ اپنے بیان کا ماخذ بتادیں۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ایسا کوئی بیان ان روایات میں موجود نہیں، جو ہر اعتبار سے مستند ہیں۔ اور ان کی محکمیت کے ثبوت پیش کیے جاسکتے ہیں اور یہ روایات آج سے سوا سو سال پیشتر مدون ہو چکی تھیں۔ اگر واقعی تحقیق مقصود ہے تو ان روایات کو دیکھ لیا جائے اور یہ وہی ذخیرے ہیں جن کے مطالب "سوانح احمدی" میں درج ہوئے صرف جہاد کے موقف میں بالکل بلا دلیل و سند ایسے بیانات داخل کئے — جو اصل میں موجود نہ تھے اور وہ بیانات از روئے روایت بھی بے بنیاد ثابت ہوتے ہیں۔ باقی رہی "حیات طیبہ" تو اس کے بارے میں کم سے کم یہ کہا جاسکتا ہے کہ بعض حقائق و وقائع کو بنیاد بنا کر ایک خیالی داستان بنائی گئی ہے۔ یہاں تک کہ جن معرکوں میں شاہ اسماعیل سرے سے شریک ہی نہ تھے۔ ان میں بھی مرکزی شخصیت، موصوف ہی کی رکھی گئی ہے۔

مولانا محمد منظور کا بیان

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی سے جو بیان منسوب کیا گیا ہے۔ اس پر تعجب نہ ہونا چاہیے کیونکہ جب تک تمام حقائق بروئے کار نہیں آئے تھے، سب کے نزدیک "سوانح احمدی" اور "حیات طیبہ" ہی مستند تھیں جب تحقیق کا قدم آگے بڑھا، اصل ماخذ تک مختلف اصحاب کو رسائی نصیب ہوئی اور روشن حقیقت سامنے آئی تو پہلا تاثر و تصور خود بخود ختم ہو گیا۔ آپ اب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی سے پوچھ دیکھیے کہ آیا وہ سید صاحب کے موقف جہاد کے متعلق "سوانح احمدی" اور "حیات طیبہ" کو بدستور مستند مانتے ہیں؟ مجھے یقین ہے کہ ان کا جواب نفی میں ملے گا۔ میں خود ایک مدت تک خلجان

میں رہا۔ سوانح احمدی، کا بیان کردہ موقف غلط معلوم ہو رہا تھا لیکن اس کی تردید کے لئے کوئی مستند شہادت پیش نظر نہ تھی۔ شہادتیں مل گئیں تو اس موقف کی تردید میں تامل کی کوئی وجہ نہ تھی اور:

من و دل گر فدا شدیم چہ باک

غرض اندرمیاں سلامت اوست

حقیقت اور شخصیتیں

حق ہر شخصیت سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ عقیدت و نیاز کی کوئی متاع کتنی ہی پاکیزہ اور قابل قدر کیوں نہ ہو مگر اس کے لئے حق کو قربان نہیں کیا جا سکتا۔ ہم سب سے غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں، قصداً بھی اور بلاقصد بھی، حق یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے بعد کوئی بھی معصوم نہیں۔ پھر ہمیں مولانا محمد جعفر تھانیسری مرحوم کیوں عزیز و محترم ہیں ہمحض اس لئے کہ انہوں نے ایک نیک اور پاکیزہ تحریک میں خوفناک مصیبتیں صابرانہ برداشت کیں، لیکن اس وجہ سے یہ کیونکر گوارہ کر لیا جائے کہ اس تحریک کے بانی نے جو موقف پیش نظر رکھا تھا۔ مولانا محمد جعفر بطور خود اس میں تحریف کے لئے تیار ہو جائیں اور ہم اس تحریف کو صرف اس وجہ سے قبول کر لیں کہ وہ سید صاحب کے عقیدت مند تھے؟ مولانا محمد جعفر کی قربانیوں کے لئے ہمارے دل میں انتہائی احترام ہے۔ لیکن اصل تحریک جس میں موصوف نے قربانیاں کیں۔ بہ اعتبار مقاصد ہمیں عزیز تر ہے اور ہونی چاہیے۔ فاضل مقالہ نگار کے سامنے تحقیق ہے۔ اگر وہ صحیح مقصد و مطلب پر پہنچنا چاہتے ہیں تو راستہ کھلا ہوا اور مستند شہادتیں انہیں مل سکتی ہیں۔ لیکن اگر ان کی غرض خدانخواستہ یہ ہے کہ جو کچھ محرف صورت میں "سوانح احمدی" یا "حیات طیبہ" کے اوراق پر جلوہ گر ہوں گے اسی پر انحصار فرمائیں گے اور کوئی دوسری چیز دیکھنی یا سننی گوارہ نہ کریں گے۔ تو یہ تحقیق نہیں بلکہ خاص وضع کے مسلک اور نصب العین کے لئے غیر مستند شہادتوں پر غیر ضروری اصرار ہوگا۔ کوئی جویائے حق اس قسم کا مسلک اپنے لئے پسندیدہ نہیں سمجھ سکتا۔

شاہ محمد اسحاق اور ان کے بھائی شاہ محمد یعقوب یقیناً سید صاحب کی تحریک جہاد سے وابستہ تھے۔ وہ فراہمی مال اور فراہمی مجاہدین کے مرکزوں میں سے اس مرکز کے ناظم تھے جو دہلی میں تھا اور اس

کے سوا بھی ملک کے دوسرے حصوں میں مرکز موجود تھے۔ سید صاحب کے داعیوں میں سے مولانا ولایت علی، مولانا عنایت علی، مولانا سید محمد علی، سید آل حسن قنوجی اور متعدد دوسرے اصحاب، اطراف ملک میں سرگرمی سے کام کرتے رہے، شاہ اسحاق نے مختلف اوقات میں روپے بھی بھیجے، مجاہدین بھی بھیجے، ان کے لئے اسلحہ کا انتظام بھی کیا اصل تحریک سے شاہ صاحبان کا تعاون برابر جاری رہا وہ بھی وطن چھوڑکر آخر حرم پاک میں جابسے۔ جس طرح ان سے پیشتر سید صاحب اور ان کے رفیق وطن چھوڑ کر چلے گئے اور انہوں نے ملک کی تطہیر یا دور حاضر کی اصلاح میں "جہاد آزادی" کے لئے اپنی قیمتی جانیں قربان کردیں۔ سید صاحب کی طرح شاہ صاحبان کے عقیدے کے مطابق بھی ہندوستان اجنبی تسلط کے بعد "دارالحرب" بن چکا تھا۔ اسے "دارالسلام" بنانے کے لیے جہاد ضروری تھا۔ شاہ صاحبان نے اس میں پورا تعاون کیا۔ دوسری صورت یہ رہ گئی تھی کہ وہ وطن چھوڑ جاتے۔ چنانچہ وہ یہاں سے ہجرت کر گئے۔ اللہ ان سب سے راضی ہو۔

بڑے بڑے اصحاب کے نام لینے سے بھی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ غلطیوں کے صدور کا امکان سب سے ہے معصوم انبیائے کرام کے سوا کوئی نہیں۔ کسی بہت بڑے آدمی سے کوئی بیان منسوب کردینا لازماً اس کی درستی کا ضامن نہیں بن سکتا۔ ہر بیان کی توثیق اور اثبات صحت کے لئے اطمینان بخش شہادتیں پیش کرنا ضروری ہے۔

ایک بے بنیاد دعوٰی

مولانا محمد جعفر تھانیسری نے فرمایا ہے کہ سید صاحب کے مکاتیب میں "بیس ایسے مقامات پائے گئے ہیں جہاں کھلے کھلے اور اعلانیہ طور پر سید صاحب نے بہ دلائل شرعی اپنے پیروؤں کو سرکار انگریزی کی مخالفت سے منع فرمایا ہے"۔

میرے پاس سید صاحب کے مکاتیب مختلف مجموعوں کی شکل میں موجود ہیں اور یقین ہے، وہ متعدد اصحاب کے پاس موجود رہوں گے۔ مجھے تو آج تک ان میں سے ایک حرف بھی ایسا نہ مل سکا۔ جو مولانا محمد جعفر کے مذکورہ بالا دعوٰی مصدق ہوتا جو کچھ ان میں ہے سراسر غلط ہے گویا

اصل دعوی کے بے بنیاد اور بے حقیقت ہونے کا ثبوت ہے ۔ میرا ذخیرہ مکتوبات ہزار بارہ سو صفحات سے کم نہ ہوگا ۔ پھر سوانح کے متعلق وہ ذخیرہ روایات ہے، جس کا ذکر پہلے کر چکا ہوں ۔ تقریباً بارہ سو صفحات کی ایک مستقل کتاب ہے جو سید جعفر علی نقوی گورکھپوری نے سید صاحب کے حالات میں بہ زبانِ فارسی لکھی تھی ۔ اور اس کا ایک نسخہ جو درمیان سے کسی قدر ناقص ہے پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے ۔

اس ذخیرے میں سے ۔ جو یقیناً پورے کا پورا مولانا محمد جعفر یا مرزا حیرت کے سامنے نہ تھا، اگر ایک جگہ بھی ایسی کوئی چیز دکھادی جائے تو میں بے تامل سر تسلیم خم کر دوں گا ۔ " صراحۃ النص" نہ سہی " دلالۃ النص" ہی کے انداز میں کوئی ایسا مطلب، کوئی ایسا مفہوم، کوئی ایسا اشارہ پیش کیا جائے تو اسے بھی سمجھ لوں گا ۔ جب ایسا کوئی الزام سید صاحب کے خلاف دیکھتا ہوں تو یقین رکھیں کہ دل کانپ جاتا ہے ۔ جس پاک باطن مجاہد کی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ اس وسیع ملک، یہاں کے بسنے والے لوگوں، خصوصاً مسلمانوں کے بہترین دینی اور دنیوی مقاصد کے عشق میں گزرا، اس کے خلاف ایسا الزام یقیناً دل کو تڑپا دینے کے لئے کافی ہے ۔

سید صاحب کی دعوت کا مقام

البتہ سید صاحب کی عبارتوں میں جو تحریفات مولانا محمد جعفر اور مرزا حیرت نے کیں یا واقعات وحقائق کا حلیہ جس طرح محترم عقیدت مندوں نے بگاڑا ۔ ان کی پیروی میں بیسیوں نہیں سیکڑوں ایسی تحریرات پیش کی جا سکتی ہیں ۔ سید صاحب کی عبارتوں میں چند الفاظ، یا فقرے بڑھانا یا بعض الفاظ حذف کر دینا مشکل نہیں ۔ اس کے برعکس ایک دو نہیں متعدد مقامات پر انگریزوں کی چالاکیوں اور عیاریوں کا ذکر موجود ہے ۔ سید صاحب نے وقت کی ہر اسلامی قوت کو ابھارا، دلسوز دعوتیں دیں کہ اٹھو اور جو ابتلا سیل کی طرح تم پر چلی آ رہی ہے ۔ اس سے محفوظ ہو جانے کی تدبیریں وقت پر کر لو ۔ لیکن آپ یقین فرمائیں کہ نالائق حکمرانوں کے مشیروں نے اس دعوت کو بے اثر ثابت کرنے کے لئے افسانہ طرازیوں میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ۔ سب کو عیش وعشرت کی افیون پلا کر مدہوش رکھا گیا ۔ آخر غفلت کی پاداش بجلی بن کر ایک ایک پر گری ۔ ایشیا کے بڑے حصے کی تاریخ کا دھارا ہی بدل گیا ۔ اگر سید صاحب کی دعوت پر

لبیک میں تامل نہ ہوتا۔ تو کون اندازہ کرسکتا ہے کہ اس وسیع براعظم میں مسلمان کتنا اہم کردار ادا کرتے اور اس سے دوسرے حصوں کی سرگزشت پر کیا اثر پڑتا۔ یک کاشکے بود کہ بہ صد جانوشتہ ایم۔

بہر حال جہاد کے متعلق سید صاحب کا موقف وہ نہ تھا جو ہمارے سامنے "سوانح احمدی" اور "حیات طیبہ" کے اوراق پر نمایاں ہے۔ ممکن ہے مولانا محمد جعفر اور مرزا حیرت کو یہ خیال ہو کہ "سرکار انگریزی" مجاہدین اور ان سے تعلق رکھنے والوں پر غیظ و غضب کی جو بجلیاں گرا رہی تھی۔ ان کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ لیکن ان کے لئے بھی سید صاحب کے موقف کی تحریف جائز نہ تھی۔ میرے سامنے اب ایک نہیں تین کام ہیں۔

(۱) پیش نظر موقف کے متعلق سید صاحب کی اصل تحریرات چھاپنا تاکہ مولانا محمد جعفر اور مرزا حیرت کی مجوزہ تحریفات آشکار ہو جائیں۔

(۲) واقعاتی شہادتوں کی بنا پر ثابت کرنا کہ سید صاحب کا اصل مقصد صرف پنجاب کے اس حصے ہی کی تطہیر نہ تھا جس پر سکھ مسلط تھے۔ بلکہ اس پورے ملک کی تطہیر تھی جو ۱۹۴۷ء سے دو مملکتوں میں بٹا ہوا ہے۔

(۳) ایک محترم بھائی نے سید صاحب کی تحریک کی "ناکامی" پر بحث کرتے ہوئے بعض غیر مستند وجوہ پیش کر دیے ہیں۔ ان پر بھی تبصرہ ضروری ہے تاکہ حقیقت حال واضح ہو جائے۔

میں یہ تینوں کام تدریجاً انجام دینا چاہتا ہوں کیونکہ اول مضامین کی مسلسل اشاعت کے لیے ایک اخبار میں جگہ نہیں مل سکتی۔ دوم خود مجھے بھی مقالہ مرتب کرنے کے لئے تھوڑی سی فرصت چاہیے اور جس شخص کے ناتواں کندھوں پر گوناگوں مشاغل کا بار ہو، وہ پورا وقت ان مقالات کی ترتیب میں صرف نہیں کر سکتا بلاشبہ تھوڑی سی تاخیر ضرور ہو جائے گی۔ مگر میں اب اس موضوع کو ادھورا نہ چھوڑوں گا اور اس کا اہتمام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی کی رحمت و رفاقت سے یہ سب کچھ پورا ہو سکتا ہے۔